

کیا غامدی فکر و منہج ائمہ سلف کے فکر و منہج کے مطابق ہے؟

غامدی صاحب کے دعوائے مطابقت کا جائزہ - ۵

اہل اسلام کہتے ہیں کہ قرآن میں زانی اور زانیہ کی جو سزا (سو کوڑے) بیان ہوئی ہے، حدیث رسول کی زو سے وہ کنواروں کی سزا ہے اور شادہ شدہ زانیوں کی سزا رجم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی ہے اور اس کے مطابق آپ نے رجم کی سزا دی بھی ہے؛ آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی یہی سزا دی اور اس کے حد شرعی ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے۔

فراہی گروہ، مولانا حمید الدین فراہی سے لے کر مولانا اصلاحی، غامدی و عمارنا صرتک، سب رجم کی صحیح متواتر اور متفق علیہ روایات کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ ان احادیث سے حد رجم کا اثبات قرآن کے خلاف اور قرآن میں ردو بدل ہے اور یہ حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل نہیں ہے۔ امت مسلمہ کے اجماع کے برعکس فراہی گروہ کہتا ہے کہ رجم ایک تعزیری سزا ہے، نہ کہ حد شرعی اور یہ شادی شدہ زانیوں کو نہیں بلکہ اوپاش قسم کے زانیوں کے لیے ہے اور وہ بھی وقت کے حکمران کی صواب دید پر منحصر ہے۔ اس کی دلیل کوئی حدیث نہیں، کیوں کہ وہ تو ویسے ہی ان کے نزدیک غیر معتبر ہے؛ صرف ان کے امام اول کا قرآن کے لفظ 'تقتیل' سے استنباط ہے جس استنباط کی کوئی تائید کسی مفسر، محدث، فقیہ، امام نے نہیں کی اور عربی لغت اور عرب کے دیوان جاہلیت سے بھی اس معنی کی تائید نہیں ہوتی؛ اس کی تائید صرف ان کے تلامذہ، پھر تلامذہ کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ کر رہے ہیں۔

امت مسلمہ کا نظریہ رجم قرآن و حدیث کے ٹھوس دلائل پر مبنی ہے؛ اس لیے وہ عہد رسالت سے آج تک مسلم چلا آ رہا ہے؛ گویا اس کی عمر چودہ سو سال اور ایک ربح صدی ہے۔ فراہی نظریہ رجم یک سرے دلیل بلکہ قرآن کی معنوی تحریف اور شریعت سازی پر مبنی ہے اور اس کی عمر ایک صدی سے بھی کم ہے یا زیادہ سے زیادہ ایک صدی سمجھی جاسکتی ہے؛ یہ خود ساختہ نظریہ کسی دلیل پر قائم نہیں ہے بلکہ اس کی ساری بنیاد ایک استاد کے سلسلہ تلمذ، اس کے خوان علم کی ریزہ چینی اور اس کی اندھی تقلید پر قائم ہے؛ اعاذنا اللہ منہا۔

* مدیر شعبہ تحقیق و تصنیف، دارالسلام، لاہور

لو! آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

ہاں، یاد آ یا کہ ہم نے غامدی صاحب کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خفی کے ذریعے سے اوباشی کی سزا، رجم مقرر کی ہے اور اس پر ہم نے ان سے سوال بھی کیا ہے کہ آپ تو وحی خفی کے ذریعے سے قرآن میں 'اضانے' یا 'تبدیل و تغیر' کو تسلیم ہی نہیں کرتے تو پھر آپ کی خانہ ساز سزائے رجم وحی خفی سے کس طرح ثابت ہو سکتی ہے؟ یہ ہمارا سوال قائم ہے؛ اب اس کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں! جناب غامدی صاحب سورہ نساء کی آیت میں بیان کردہ عبوری سزائے زنا اور پھر حدیث: خذوا عینی میں بیان کردہ مستقل سزائی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ان ہدایات سے واضح ہے کہ ان کا تعلق عبوری دور سے تھا؛ چنانچہ عبادہ بن صامت کی زیر بحث روایت

(خذوا عینی.....) کا مدعا درحقیقت یہی ہے کہ آپ کو وحی خفی کے ذریعے سے ہدایت دی گئی کہ یہ چوں کہ

زنا ہی کے مجرم نہیں بلکہ اس کے ساتھ اپنی آوارہ منشی اور جنسی بے راہ روی کی وجہ سے فساد فی الارض کے مجرم بھی

ہیں، اس لیے ان میں سے ایسے مجرموں کو جو اپنے حالات کی نوعیت کے لحاظ سے رعایت کے مستحق ہیں، زنا

کے جرم میں نور کی آیت ۲ کے تحت نفی یعنی جلا وطنی کی سزا دی جائے اور ان میں وہ مجرم جنہیں کوئی رعایت دینا

ممکن نہیں ہے، ماندہ کی اسی آیت کے تحت رجم کر دے جائیں۔“ (برہان، ص 126)

غامدی صاحب کی یہ سخن سازی ہم پہلے بھی ان کی کتاب 'میزان' کے حوالے سے نقل کر آئے ہیں جس کا حوالہ وہ ہر اہم بحث میں دیتے ہیں۔ یہاں ان کا یہ موقف ان کی دوسری کتاب 'برہان' سے نقل کیا گیا ہے جو بعینہ وہی ہے جو پہلے بیان ہوا لیکن اسے دوبارہ نقل کرنے سے مقصود یہ ہے کہ وہ ہر جگہ اور ہر موقع پر بے تکرار و بے اصرار یہ کہتے ہیں اور مسلسل کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ وحی خفی کے ذریعے سے بھی کوئی ایسا حکم دے سکتے ہیں جو قرآن میں نہیں ہے؛ وہ اسے قرآن میں تغیر و تبدل قرار دیتے ہیں لیکن یہاں بالآخر یہ کہنے اور اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ رجم کا فراہی گروہ کا ساختہ پر داخنتہ نظریہ وحی خفی کے ذریعے سے آپ نے بیان فرمایا ہے؛ پہلے وحی خفی کا انکار تھا، اب اپنی بات منوانے کے لیے اسی کا سہارا لے رہے ہیں؛ چہ خوب!

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

گو یا امت مسلمہ اگر یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خفی کے ذریعے سے قرآن میں بیان کردہ سزا کو کنواروں کے ساتھ خاص کر دیا ہے اور شادی شدہ زانیوں کے لیے رجم کی سزا مقرر فرمائی ہے تو یہ قرآن میں تغیر و تبدل ہے جس کا حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں ہے حالانکہ وحی خفی کی یہ روایات رجم تقریباً تین درجن صحابہ سے مروی ہیں۔ لیکن غامدی صاحب پہلے تو مانتے ہی نہیں تھے کہ وحی خفی سے بھی آپ کوئی حکم دے سکتے ہیں لیکن جب اس بات کو ماننا تو وحی خفی کس کو قرار دیا؟ اپنے خود ساختہ امام کے خود ساختہ مفہوم پر خود ساختہ نظریہ رجم کو! انا للہ وانا الیہ

راجعون۔ کتنا بڑا اتہام ہے جو اس ظالم شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر باندھا ہے؛ سب حاذک
 ہذا بہتان عظیم۔

تغافل سے جو باز آیا جفا کی

تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

غامدی صاحب اہل اسلام کی نظریہ رجم کی درجنوں روایات کو تسلیم نہیں کرتے؛ ہم ان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ
 فراہی نظریہ رجم کی ایک حدیث پیش کر دیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جو آوارہ منہ اور اوباش قسم
 کا زانی ہوگا، اس کو زنا کی نہیں بلکہ اوباشی کی پاداش میں سزا سے رجم حد کے طور پر نہیں بلکہ تعزیر کے طور پر دی جائے گی۔
 محترم! یہ فراہی نظریہ رجم آپ کی یا آپ کے استاذ امام کی سخن سازیوں، لن ترانیوں اور لاف گزاف باتوں سے
 ثابت نہیں ہوگا بلکہ ٹھوس دلیل سے ثابت ہوگا اور نہ رجم کی متواتر روایات کو خبر آحاد کہہ دینے سے یا ان کی اٹی سیدھی
 باطل تاویلات کے ذریعے سے ان کو کنڈم کرنے کی مذسوم اور ناپاک سعی سے اس بے بنیاد نظریے کو کوئی تقویت ہی مل
 سکتی ہے؛ اس لیے کہ اہل اسلام کا نظریہ رجم شجرہ طیبة اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء کی مثل ہے
 اور فراہی نظریہ رجم شجرہ خبیثہ اجتثت من فوق الارض ما لها من قرار (ابرنیم 14:26) کا مصداق
 ہے؛ ان شاء اللہ العزیز۔

ایک سر بے بنیاد دعویٰ اور ہمارا سوال

لیکن بایں ہمہ غامدی صاحب کی جرات بھی دیکھیے اور خوش فہمی بھی! فرماتے ہیں:

”امام فراہی کی یہ تحقیق قرآن مجید کے نصوص پر مبنی ہے اور روایات میں بھی، جیسا کہ ہمارے تبصرے سے

واضح ہے، اس کے شواہد موجود ہیں۔“ (برہان، ص 92-91)

اس میں غامدی صاحب نے نہایت بے باکی سے یہ نعرہ مستانہ لگایا ہے کہ ’امام فراہی کی یہ تحقیق، قرآن مجید کے
 نصوص پر مبنی ہے۔‘

اس دعوے میں اولاً قابل غور بات یہ ہے کہ جو بات نصوص قرآن پر مبنی ہو، اسے کسی شخص کی ’تحقیق‘ قرار دیا جاسکتا
 ہے؟ نص صریح سے ثابت شدہ مسئلہ تو حکم قرآنی ہے نہ کہ کسی ’امام‘ کی تحقیق۔ اللہ تعالیٰ نے وراثت کا ایک اصول یہ بیان
 فرمایا ہے: لذلک کر مثل حظ الانثیین (النساء: 11) اس کا مفہوم و مطلب کوئی شخص اردو میں بیان کر کے یہ
 کہے کہ یہ میری ’تحقیق‘ ہے یا میرے ’استاذ امام‘ کی تحقیق ہے؛ جس کے پاس عقل و دانش کا کچھ بھی حصہ ہے، وہ بہ قانعی
 ہوش و حواس ایسی بات کہہ سکتا ہے؟

اگر رجم کی مزعومہ ’تعزیری سزا‘ آیت قرآنی کی نص اور سورہ نور کی آیت ۲ سے ثابت ہے (کیوں کہ آیت نور کو ملائے
 بغیر تو ’نصوص‘ (بہ صیغہ جمع) نہیں کیا جاسکتا) تو اولاً اس کو ’تعزیری سزا‘ کیوں کر قرار دیا جاسکتا ہے؟ پھر تو یہ حد شرعی ہوئی نہ کہ

تعزیری سزا، جب کہ فراہی گروہ اس کو تعزیری سزا قرار دیتا ہے؛ غامدی صاحب نے بھی بڑی وضاحت سے لکھا ہے کہ:
 ”اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی وساطت سے جو شریعت عطا فرمائی ہے اس میں زندگی کے دوسرے معاملات کے ساتھ جان، مال، آبرو اور نظم اجتماعی سے متعلق تمام بڑے جرائم کی سزائیں خود مقرر فرمادی ہیں؛ یہ جرائم درج ذیل ہیں:

۱۔ محاربہ اور فساد فی الارض، ۲۔ قتل و جرح، ۳۔ زنا، ۴۔ قذف، ۵۔ چوری۔ (میزان، ص 61)
 پہلی سزا محاربہ اور فساد فی الارض یہ ایک ہی چیز ہے؛ اسی لیے اپنی دوسری کتاب ’برہان‘ میں صرف ’محاربہ‘ ہی کا لفظ استعمال کیا ہے۔ (ص 137)

اس اقتباس میں ’نبی‘ کے بجائے ’نبیوں‘ کا لفظ بھی قابل غور ہے جسے ہم فی الحال نظر انداز کرتے ہیں، تاہم اتنا ضرور عرض کریں گے کہ ہماری شریعت تو شریعت محمدیہ ہے نہ کہ شریعت انبیا؛ یہاں نبی کے بجائے ’نبیوں‘ کہنا ان کے گم راہ ذہن کا غماز اور عکاس ہے۔

بہر حال اس اقتباس میں آپ دیکھ لیں؛ شرعی سزائیں جن کو حد کہا جاتا ہے، وہ ان کے نزدیک صرف پانچ ہیں؛ اب ان کا یہ دعویٰ کہ آوارہ منشی اور اوباشی کی سزا اللہ کے رسول نے وحی خفی کے ذریعے سے رجم مقرر فرمائی ہے؛ نیز یہاں دعویٰ کیا کہ یہ ’نصوص قرآنی‘ پر مبنی ہے تو اللہ رسول کی مقرر کردہ یہ چھٹی سزا، شرعی سزائوں میں اس کا ذکر غامدی صاحب نے کیوں نہیں کیا ہے؟ اگر اوباشی کی یہ سزا۔ سزائے رجم۔ وحی خفی پر اور ’نصوص قرآنی‘ پر مبنی ہے تو اسے حدود شرعیہ میں شمار کیوں نہیں کیا گیا؟ اسے تعزیری سزا کیوں کر کہا جاسکتا ہے؟

علاوہ ازیں اگر یہ فروہی گروہ کی مزعومہ ’اوباشی‘ کی مزعومہ تعزیری سزا قرآنی نصوص سے ثابت ہے تو پھر اس کے لیے وحی خفی کی ضرورت کیا تھی؟ قرآن کریم کی نصوص سے جو احکام ثابت ہیں جن میں تمیز رسول کی ضرورت نہیں ہے؛ کیا ان کی بابت کہا جاسکتا ہے کہ ان کا معنی وحی خفی ہے؟ جیسے ہم نے پہلے مثال دی ہے کہ نص قرآنی ہے کہ وراثت میں لڑکے کا حصہ لڑکی سے دوگنا ہے؛ کیا اس کی بابت یہ کہنا صحیح ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وراثت میں لڑکے اور لڑکی کے حصے میں یہ فرق وحی خفی کے ذریعے سے کیا ہے؟

ظاہر بات ہے ایسا کہنا سراسر غلط ہوگا؛ اس فرق کو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے اور نہ اسے وحی خفی سے ثابت ہونے والا حکم ہی قرار دیا جاسکتا ہے کیوں کہ حکم تو قرآن مجید میں موجود ہے جو وحی جلی ہے اور بالکل واضح ہے؛ اس میں تمیز رسول کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

نبی کی طرف تو وہ خفی احکام منسوب ہوں گے جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی خفی کے ذریعے سے بیان فرمائے ہیں یا قرآن میں مجمل طور پر ہیں، وحی خفی کے ذریعے سے آپ نے ان کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔ اہل اسلام وحی خفی پر مبنی قرآن کریم کی شرح و تفصیل کو بھی مانتے ہیں اور ان احکام کو بھی مانتے ہیں جن کا کوئی ذکر قرآن میں نہیں ہے لیکن وہ صحیح احادیث سے ثابت ہیں جن میں شادی شدہ زانی کی سزا۔ رجم۔ بھی ہے؛

اہل اسلام کے نزدیک یہ رجم بھی حد شرعی ہے کیوں کہ احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت ہے۔

فراہی نظریہ اگر 'نصوص قرآنی' پر مبنی ہے تو پھر یہ 'تعزیر' کیوں؟

فراہی گروہ احادیث سے ثابت ہونے والے احکام کو نہیں مانتا بلکہ ان کو قرآن کے خلاف اور قرآن میں رد و بدل قرار دیتا ہے؛ گویا وہ وحی خفی کا منکر ہے اور ان تمام احکام کا منکر ہے جو وحی خفی یعنی احادیث پر مبنی ہیں؛ اسی لیے وہ حد رجم کی شرعی حیثیت کا بھی منکر ہے اور ان تمام متواتر احادیث صحیحہ کا بھی منکر ہے جن سے واضح طور پر اس حد رجم کا اثبات ہوتا ہے۔ لیکن اب ان کا خود ساختہ نظریہ رجم کہ یہ اوباشی کی تعزیری سزا ہے؛ چھوٹے اندر کی طرح گلے کی پھاس بن گیا ہے جو نہ لگلا جا رہا ہے اور نہ اُگلا جا رہا ہے کیوں کہ اس کو وہ قیامت تک ثابت نہیں کر سکتے: ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا۔

جب ہر طرف ہاتھ پیر مار کر دیکھ لیا کہ کوئی بات نہیں بن رہی ہے؛ بھلا ہوا میں کون گرہ لگا سکتا یا کون آسمان پر تھگی لگا سکتا ہے؟ تو تمام ٹاک ٹوئیاں مارنے کے بعد اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ہمارا یہ نظریہ رجم وحی خفی پر مبنی ہے۔ اس پر اعتراض ہوا کہ وحی خفی کو تو آپ مانتے ہی نہیں کہ اس کے ذریعے سے اللہ کے رسول ایسا کوئی حکم دے سکتے ہیں جو قرآن میں نہیں ہے؛ جب قرآن میں اوباشی کی سزا کا ذکر ہی نہیں ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی خفی کے ذریعے سے کس طرح یہ سزا دے سکتے تھے؟ یہ تو آپ کے بقول قرآن میں تغیر و تبدل ہے۔ اگر رجم کا یہ طور حد شرعی وحی خفی کے ذریعے سے اثبات، قرآن میں تغیر و تبدل ہے تو پھر اوباشی کی من گھڑت سزا کی بابت یہ دعویٰ کہ یہ وحی خفی سے ثابت ہے؛ کیا یہ قرآن میں تغیر و تبدل نہیں ہے؟

اسی طرح اس من گھڑت سزا کو 'نصوص قرآنی' پر مبنی قرار دینا اگر صحیح ہے تو پھر اسے حد شرعی میں شمار کیوں نہیں کیا؟ قرآنی نصوص پر مبنی سزا تو تعزیری سزا نہیں ہو سکتی؛ وہ تو حد شرعی ہے۔ اسی طرح غامدی صاحب کا یہ کہنا کہ 'روایات میں بھی جیسا کہ ہمارے تبصرے سے واضح ہے، اس کے شواہد موجود ہیں۔' روایات کو تو آپ مانتے ہی نہیں؛ علاوہ ازیں اس میں بھی آپ کی روایتی ہوشیاری صاف جھلک رہی ہے کہ روایات پر آپ نے جو غلط تبصرہ کیا ہے، اس تبصرے کو آپ 'شواہد' سے تعبیر کر رہے ہیں۔ اگر روایات حدیث 'شواہد' ہیں تو صرف خالی روایات کا حوالہ دیں اور اپنے باطل تبصرے کے بغیر روایات نہیں بلکہ صرف ایک ہی روایت پیش کر دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوباشی کی سزا میں فلاں عورت یا فلاں مرد کو رجم کی سزا دی تھی؟

کیا قرآن کی معنوی تحریف کو 'نصوص قرآنی' کہا جا سکتا ہے؟

ہماری اس تفصیل سے واضح ہے کہ مزعومہ سزائے رجم کو قرآنی نصوص پر مبنی قرار دینا بھی اسی طرح بدترین جھوٹ ہے جیسے ان کا یہ دعویٰ کہ میرے موقف اور ائمہ سلف کے موقف میں بال برابر بھی فرق نہیں ہے؛ اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ خود ساختہ نظریہ رجم قرآنی نصوص پر ہرگز مبنی نہیں ہے بلکہ آیت محاربہ کی معنوی تحریف پر مبنی ہے جس کی ہم پہلے وضاحت کر آئے ہیں۔

اب ہمیں اس نئی دلیل پر غور کرنا ہے کہ قرآن کریم کے کسی لفظ کی ایسی تشریح جو آج تک کسی صحابی، تابعی، مفسر، محدث، امام و فقیہ نے نہیں کی بلکہ وہ قرآن کی تحریف معنوی ہو، کیا ایسی تشریح یا ایسی تحریف معنوی کی بنیاد پر کسی خود ساختہ نظریے کو 'نصوص قرآنی' پر مبنی قرار دیا جاسکتا ہے؟ ظاہر بات ہے اس کا جواب نفی میں ہی ہوگا۔

جیسے 'ختم نبوت' کا مسئلہ ہے جو قرآن کے لفظ 'خاتم النبیین' کا صحیح مفہوم پر مبنی ہے لیکن مرزائی 'خاتم النبیین' کی غلط تشریح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ آپ کی مہر سے نبی بن کر آیا کریں گے؛ اس طرح قرآن کے اس لفظ سے جو 'ختم نبوت' پر نص صریح ہے، مرزائی اس کے برعکس اس کی غلط تشریح اور اس میں معنوی تحریف کر کے اجراءے نبوت کے خود ساختہ نظریے کا اثبات کرتے ہیں؛ اگر کوئی مرزائی کہے کہ ہمارا اجراءے نبوت کا عقیدہ 'نصوص قرآنی' پر مبنی ہے؛ کیا یہ دعویٰ یا عقیدہ صحیح ہوگا؟

پرویزی کہتے ہیں: زکات کے معنی نشوونما کے ہیں لہذا 'ایتانے زکات' کے معنی ہوں گے سامان نشوونما مہیا کرنا اور یہ اسلامی حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ افراد معاشرہ کی نشوونما کا سامان فراہم کرے۔ (ماہ نامہ طلوع اسلام، مئی 1989ء)

لیجیے! اس 'قرآنی' مفہوم یا 'نصوص قرآنی' سے تمام مسلمان زکات کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے؛ رجم کی 'فراہی تحقیق' کی طرح زکات کی کیا خوب 'تحقیق' ہے! اگر پرویزی بھی غامدی صاحب والی 'قرآنی نصوص' پر مبنی رجم کی بحث پڑھ لیں اور وہ دعویٰ کر دیں کہ ہماری زکات والی تحقیق 'نصوص قرآنی: اَلتَّوَالِیُّنَ كَمَا تَرَوْنَ' ہے تو کیا وہ اپنے اس دعوے میں سچے ہوں گے؟ اور علم و تحقیق کی دنیا میں اس دعوے کی پرکھ کے برابر بھی حیثیت ہوگی؟ غامدی گروہ جواب دے!

اسی طرح اور بھی مثالیں دی جاسکتی ہیں؛ سارے باطل فرقوں کی بنیاد قرآن کی غلط تشریحات اور اس میں معنوی تحریفات ہی پر قائم ہے اور اس کی ہم الحمد للہ دسیوں، بیسیوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں؛ اگر ان باطل فرقوں کی غلط تشریحات اور معنوی تحریفات سے ان کے غلط عقائد و نظریات کا اثبات نہیں ہو سکتا تو غامدی و اصلاحی و فراہی کا خود ساختہ نظریہ رجم قرآن کے لفظ 'حسار بیون (مخاربہ) کی یا لفظ 'تقتیل' کی معنوی تحریف اور باطل تشریح سے کس طرح ثابت ہو جائے گا اور 'نصوص قرآنی' پر مبنی کے لیے تسلیم کر لیا جائے گا؟

کچھ غامدی صاحب کی 'خوش فہمی' پر تبصرہ

غامدی صاحب نے فرمایا ہے بلکہ ڈیگ ماری ہے کہ:

”اس سے اگر کسی کو اختلاف ہے اس دلائل کے ساتھ اس کا محاکمہ کرنا چاہیے؛ یہ وہ چیز نہیں ہے جسے جذباتی تحریروں اور بے معنی فتوؤں کے ذریعے سے رد کیا جاسکتا ہے۔ اس وقت لوگ جو جی چاہیں کہیں لیکن وہ وقت اب غالباً بہت زیادہ دور نہیں ہے جب علم و دانش کی مجالس میں اس تحقیق کے لیے داد و تحسین کے سوا کچھ بھی باقی نہ رہے گا؛ ان شاء اللہ العزیز۔“ (برہان، ص 91-92)

الحمد للہ، اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے ہم نے غامدی صاحب کے بے بنیاد دلائل کا جو پوسٹ مارٹم اور اس کا محاکمہ

کیا ہے، اس کو کوئی جذباتی تحریر یا بے معنی فتویٰ قرار دے دے تو یہ اس کا بے جا تعصب اور اپنے 'ائمہ مصلین' سے اندھی عقیدت ہے؛ ورنہ ہمارا اندازہ ہے کہ ہمارے محاکمے کا جو ابھی جاری ہے، مزید دلائل پر گفت گو آ رہی ہے، فراہی گروہ قیامت تک ان شاء اللہ جواب نہیں دے سکے گا: وادعوا بشہداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین (البقرہ)

اپنی عقل و دانش پر اس طرح کا ناز اور اپنے گم راہانہ افکار پر اس طرح کا ادعا، اس سے پہلے بھی بہت سے گم راہ فرقوں اور ان کے سرغنوں نے کیا ہے لیکن آج ان کی شخصیتیں بھی تاریخ کے کوڑے دانوں میں لعن زدہ پڑی ہیں جن کے پاس سے گزرنا بھی کسی صحیح الفکر اور صحیح الدماغ شخص کے لیے ناممکن ہے اور ان کے افکار فاسدہ بھی عجائبات کے میوزموں میں افسانہ ہائے پارینہ کے طور پر یا نشان عبرت کے لیے محفوظ ہیں؛ فراہی گروہ کے یہ افکار مضلہ بھی ان شاء اللہ اس عبرت انگیز حشر سے دوچار ہوں گے۔

فراہی افکار کی بنیاد و چیزوں پر ہے: انکار حدیث اور قرآن کریم کی معنوی تحریف؛ امت مسلمہ جب تک اپنے پیغمبر کو ان کے نزدیک جو حامل قرآن، مفسر قرآن اور مبین قرآن ہے۔ مانتی رہے گی اور اس کو ماننے کا مطلب، اس کی تفسیر و تشریح اور تبیین قرآنی کو جس کو حدیث کہا جاتا ہے، ماخذ شریعت تسلیم کرنا ہے؛ اس وقت تک مسلمہ کا اجتماعی ضمیر فکر فراہی کو کبھی ہضم نہیں کر سکے گا۔ غامدی صاحب علم و دانش کی کن مجالس کا حوالہ دے رہے ہیں جہاں اس تحقیق کے لیے داد و تحسین کے سوا کچھ نہیں ہوگا؟ یہ مجالس مسلمان اہل علم و دانش کی تو ہرگز نہیں ہو سکتیں؛ اس لیے کہ کسی بھی مسلمان کا علم اور اس کی دانش، نہ انکار حدیث کے جڑوٹے کو پال سکتی ہے اور نہ قرآن کی تحریف معنوی کے زہر بلا ہل کونوش جان کر سکتی ہے۔

دنیا میں ہر چیز کے گاہک اور ہر گم راہی کے خریدار موجود ہیں؛ الطاف حسین اور طاہر القادری اور ان سے پہلے غلام احمد قادیانی جیسے مریض ذہن کے لوگوں کے بھی بے شمار پرستار ہیں؛ ان کے افکار باطلہ کے لیے بھی ایسی مجالس موجود ہیں جہاں ان کے اہام باطلہ اور خیالات فاسدہ کو انبیائے معصومین کی طرح مانا جاتا اور ان پر داد و تحسین کے ڈونگے برسائے جاتے ہیں؛ طلوع اسلام کے نام پر غروب اسلام کی مجلسیں آج بھی۔ پرویز کے بیوند خاک ہونے کے باوجود جاری و ساری ہیں۔ اگر فکر فراہی کی گم راہیوں پر بھی کچھ محفونت زدہ لوگوں کی مجلسیں برپا ہوتی رہیں گی اور اہل مجلس اس 'تحقیق' پر وجد میں آ کر جھومتے اور واہ واہ کرتے رہیں گے تو ایسا ممکن ہے۔ لیکن اس پر فخر کرنے والی کون سی بات ہے؟ اور اس کیا اس 'تحقیق' کی حقانیت و صداقت ثابت ہو جائے گی؟ گم راہی تو گم راہی ہی رہے گی، چاہے ساری دنیا اس پر مجتمع ہو جائے لیکن امت مسلمہ کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان گرامی ہے:

لن تجتمع امتی علی الضلالة۔ (میری (ساری) امت ہرگز گم راہی پر مجتمع نہیں ہوگی۔)

یعنی پوری کی پوری امت کسی گم راہی کو اپنالے، ایسا نہیں ہوگا؛ اس کا مطلب ہے گم راہ ٹولے نکلنے رہیں گے اور اپنی بازی گری کے کرتب دکھاتے رہیں گے لیکن آفتاب حق کے سامنے جلوہ آخربخش کی طرح معدوم ہوتے رہیں گے۔ شہر ستانی کی لہلہل و انحلل دیکھ لیجیے؛ ابن حزم کی 'الفصل فی الملل' دیکھ لیجیے! ایسے بیسیوں فرقے آپ کے مطالعے میں آئیں گے کہ آج ان کا نام بھی ان کتابوں کے علاوہ آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔ فراہی گروہ بھی اسی طرح تاریخ کی گزرگاہوں میں

نشان عبرت کے طور پر نظر آئے گا یا یاد یہ ضلالت کے راہ نور، المورد، اور دانش سرا جیسے ڈیروں میں اپنی خوئے ضلالت کی تسکین کا سامان پائیں گے، لیکن اہل اسلام ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے اور حق و صداقت کی بارگاہوں میں ان کا مقام وہی ہوگا جو معتزلہ، قدریہ، جمہیہ وغیرہ فرقوں کے بانیوں اور ان کے قدیم و جدید پیروکاروں کا ہے۔

سینہ زوری کی انتہا

غامدی صاحب لکھتے ہیں:

”رجم کی سزا کے بارے میں قرآن و سنت کے باہمی تعلق کے حوالے سے جو کچھ ہم نے لکھا ہے، اسے پڑھنے کے بعد یہ سوال برطالب علم کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ اس مسئلے میں فقہاء کی رائے اگر قرآن کے خلاف ہے تو پھر رجم کی اس سزا کے بارے میں کیا کہا جائے گا جس کے متعلق معلوم ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض مجرموں کو دی اور خلفائے راشدین نے بھی دی؟ یہی سوال ہے جس کے جواب میں دور حاضر کے ایک جلیل القدر عالم اور محقق امام حمید الدین فراہی نے اپنا وہ نقطہ نظر پیش کیا ہے جس سے صدیوں کا یہ عقیدہ نہ صرف یہ کہ حل ہو جاتا بلکہ یہ بات بھی بالکل نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ پیغمبر کا کوئی حکم بھی قرآن کے خلاف نہیں ہوتا۔“ (برہان، ص 57)

ملاحظہ فرمائیے! سینہ زوری اور فریب کاری کی تکنیک؟ کہ رجم کی حد شرعی کی بابت امت مسلمہ کا جو اجماع ہے جس میں خلفائے راشدین و صحابہ سمیت، تمام ائمہ سلف، محدثین، مفسرین اور فقہا شامل ہیں کیوں کہ اس اجماع کی پشت پر احادیث صحیحہ و متواترہ ہیں؛ اس کو صرف فقہاء کی رائے قرار دیا تاکہ ان کا حلقہ ارادت آسانی اس بات کو قبول کر لے جو انھوں نے اگلے جملے میں اسے قرآن کے خلاف کہا ہے کیوں کہ اگر وہ یہ کہتے کہ یہ رائے جو قرآن کے خلاف ہے، پوری امت مسلمہ کی متفقہ رائے ہے اور اہل اسلام کا اس پر اجماع ہے تو پھر لوگوں کو مغالطہ دینا اور فریب میں مبتلا رکھنا نہایت مشکل ہوتا، اس لیے اسے صرف فقہاء کی رائے کہا تاکہ لوگ کبھی ہو سکتا ہے کہ فقہاء سے یہ اجتہادی غلطی ہوگی جو حالانکہ بات اس طرح نہیں ہے؛ یہ صرف فقہاء کی بات یا رائے نہیں، ایک اجماعی اور مسلمہ اسلامی عقیدہ ہے اور فقہاء کے اجتہاد پر مبنی نہیں ہے بلکہ قرآن و حدیث کے محکم اور نہایت واضح دلائل پر مبنی ہے۔

دوسری بات موصوف کے اقتباس سے یہ ظاہر ہوتی ہے کہ چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد اس سزا کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس عقیدے کو امام فراہی نے حل کیا ہے؛ اس نکتے پر بحث سے پہلے غامدی صاحب کا ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمائیے جس میں انھوں نے یہی بات زیادہ کھل کر کہی ہے؛ موصوف روایات رجم کی الٹی سیدھی تاویلات، غلط سلسلہ و ضاحت، آج کل کی اصطلاح میں ان کا ’پوسٹ مارٹم‘ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”یہ ہیں وہ روایتیں اور مقدمات جن کی بنیاد پر ہمارے فقہاء قرآن مجید کے حکم میں تغیر کرتے اور زنا کے مجرموں کے لیے ان کے محض شادی شدہ ہونے کی بنا پر رجم کی سزا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں؛ اس سارے مواد پر جو تبصرہ ہم نے کیا ہے، اس کی روشنی میں پوری دیانت داری کے ساتھ اس کا جائزہ لیجیے؛ اس سے زیادہ سے زیادہ کوئی بات اگر معلوم ہوتی ہے تو بس یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے زنا کے بعض مجرموں کو رجم

اور جلاوطنی کی سزا بھی دی ہے، لیکن کس قسم کے مجرموں کے لیے یہ سزا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفا نے کس طرح کے زانیوں کو یہ سزا دی؟ اس سوال کے جواب میں کوئی حتمی بات ان مقدمات کی رودادوں اور ان روایات کی بنیاد پر نہیں کی جاسکتی۔ اس سزا کا ماخذ درحقیقت کیا ہے؟ یہی وہ عقدہ ہے جسے امام حمید الدین فراہی نے اپنے یرسالہ احکام الاصول باحکام الرسول میں حل کیا ہے۔ ((برہان، ص 88-89))

اس میں موصوف کی زیر کیاں قابل داد ہیں؛ مثلاً:

اس اقتباس میں بھی حد رجم کی شرعی حیثیت کے اثبات کو صرف فقہا کی طرف منسوب کیا ہے؛ دوسرے، اسے قرآن مجید کے حکم میں تغیر قرار دیا ہے؛ تیسرے، فقہانے ان روایات کی بنیاد پر رجم کی سزا ثابت کرنے کی 'کوشش' کی ہے یعنی ان روایات سے رجم کی سزا ثابت نہیں ہوتی حالانکہ وہ اس مفہوم میں نہایت واضح ہیں لیکن دیدہ کو روکنا نظر آئے کیا دیکھے کے مصداق فرماتے ہیں: 'کوشش کرتے ہیں'؛ چوتھے، سب سے بڑی کور باطنی یا جسارت کہ ان روایات سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خلفائے راشدین نے جن زانیوں کو سزائے رجم دی، ان کا جرم کیا تھا؟ نعوذ باللہ من ذلک الھفوات والھذیانات۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سزا تو دی لیکن جرم کی نوعیت کو سمجھے بغیر دی؛ کیا پیغمبر کے بارے میں یہ تصور کیا جاسکتا ہے جو بہ راہ راست اللہ کی حفاظت میں ہوتا ہے اور اس کا کوئی اقدام راہ راست سے ذرا بھی ادھر ادھر ہوتا ہے تو وحی کے ذریعے سے اس کو متنبہ کر دیا جاتا ہے؛ اس پیغمبر نے اپنی زندگی میں کم از کم چار کیسوں میں حد رجم نافذ فرمائی اور چاروں واقعات کی روایات میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ ان کو رجم کی یہ سزا اس جرم میں دی گئی کہ شادی شدہ ہونے کے باوجود انھوں نے زنا کا ارتکاب کیا تھا لیکن موصوف فرما رہے ہیں کہ اللہ کے پیغمبر نے الٹ ٹپ اور محض رجم کا شوق پورا کرنے کے لیے یہ سزا دی؛ یہ سمجھے بغیر کہ ان کا اصل جرم کیا تھا؟ اسی طرح خلفائے راشدین نے بھی یہ سزایوں ہی دے دی اور وہ یہ سمجھنے سے ہی قاصر رہے کہ یہ سزا ہم کس بنیاد پر دے رہے ہیں؟ اسی طرح چودہ سو سال کے عرصے میں ہزاروں ائمہ، مفسرین، محدثین اور فقہا ہوئے اور آج بھی الحمد للہ ہزاروں کی تعداد میں قرآن و حدیث پر گہری نظر رکھنے والے موجود ہیں لیکن کسی پر بھی یہ بات واضح نہیں ہوئی اور نہ اب ہو رہی ہے کہ رجم کی سزا درحقیقت کس جرم کی سزا ہے؟

اس عقدہ کو چودہ سو سال بعد امام فراہی نے حل کیا کہ رجم کی یہ سزا دراصل آوارہ نشی، اوباشی اور غنڈہ گردی کی سزا ہے، قطع نظر اس کے زانی کنوا رہے یا شادی شدہ اور اس کا ماخذ آیت محاربہ کا لفظ 'ان یقتلوا' ہے۔ کیا کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی۔ بہ شرطے کہ فراہی گروہ کی مذکورہ ہفوات نے اس عقل کہ ماؤف نہ کر دیا ہو۔ یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ سمیت پوری امت کے علماء و فقہا اس آیت محاربہ کے مفہوم سے بھی نا آشنا رہے اور رجم کی سزا کا مستحق کس قسم کا شخص ہوگا؟ یہ بھی کسی پر واضح نہ ہو سکا؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض مجرموں کو بغیر استحقاق کے یہ سزا شادی شدہ زانیوں کو دے دی جب کہ یہ سزا تو اوباشی کی تھی نہ کہ زانی محسن کی اور ساری امت کے علماء و فقہا اور محدثین بھی اس 'سرکٹون' سے نا آشنا ہی رہے!! (جاری)